بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچے کو Omphalocele بیماری کی وجہ سے حمل ضائع کرواسکتے ہیں؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت کو چار ماہ کا حمل ہے، چند دن پہلے ڈاکٹر کے مشورے پر الٹرا ساؤنڈ (Ultrasound) کروایا تو معلوم ہوا کہ حمل کو "اومفالوسیل (Omphalocele)" نامی پیدائشی نقص (Congenitaldefect) لاحق ہے، یعنی بچے کی آنتیں (Intestines) وغیرہ اس کے جسم سے کچھ باہر ہیں۔ ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ اگر بچہ زندہ پیدا بھی ہوجائے تو بھی اس کے بچنے کے امکانات کم ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ایسی صورتحال میں آپریشن کے ذریعے اس حمل کو ضائع کرواسکتے ہیں؟ براہ کرم اس حوالے سے شرعی رہنمائی فرمادیجئے۔

جواب

پوچھی گئی صورت میں حمل ضائع کروانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا سخت ناجائز وگناہ ہے۔

تفصیلِ مسئلہ یہ ہے کہ: اگر حمل کو ٹھہرے ہوئے چار مہینے (یعنی 120 دن) مکمل ہو گئے ہوں، تو اسے ساقط (یعنی ضائع کروانا) ناجائز و حرام، اور ایک زندہ جان کا قتل ہے، کہ چار مہینے مکمل ہونے تک بچے کے اعضا بن جاتے ہیں اور اس حمل میں روح پھونک دی جاتی اور جان پڑجاتی ہے۔ البتہ چار مہینے مکمل ہونے سے پہلے اگر حمل ضائع کروانے کی کوئی صحیح قابلِ اعتبار مجبوری وضرورت ہو تو اسقاط حمل کی گنجائش ہے۔ **مثلاً:** پہلے سے دودھ پیتا بچہ موجود ہے، اور حمل کی وجہ سے دودھ خشک ہوجائے گا، اور بچے کے لئے ماں کے دودھ کے متبادل کوئی اور غذا بھی ممکن نہ ہو، اور اس وجہ سے اس دودھ پینے والے بچے کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہوگا یا اس کی پرورش میں شدید حرج ہوگا۔ یا ماں کی صحت اتنی کمزور ہو کہ نئے بچے کی پیدائش سے دونوں میں سے کسی ایک کی جان کو شدید خطرہ ہوگا اور ان صورتوں میں اگر حمل ٹھہرے ہوئے چار مہینے ابھی مکمل نہ ہوئے ہوں تو ایسی سخت مجبوری کی صورت میں حمل ساقط کروانے کی شرعاً اجازت ہے، اور کوئی صحیح قابلِ اعتبار کوئی مجبوری وضرورت نہ ہو تو ایک دن کا حمل ضائع کروانے کی بھی اجازت نہیں، بلکہ ناجائز وگناہ ہے۔ اور سوال میں بیان کردہ صورتحال کے مطابق نہ تو کوئی ایسی شرعی مجبوری ہے جس کے سبب حمل گرانے کی شرعاً اجازت ہو، بالفرض اگر کوئی مجبوری ہوتی تو بھی چونکہ حمل کو چار مہینے ہوچکے ہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں بہر حال شرعاً لازم ہے کہ اس حمل کو ضائع کروانے یعنی ناحق قتل کے ناجائز وگناہ بھرے کام سے بچا جائے۔

خیال رہے کہ الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ کے مطابق بچے کی آنتوں وغیرہ کا پیٹ سے کچھ باہر ہونے کا جو مسئلہ سامنے آرہا ہے، اولاً تو اس رپورٹ کا واقعۃً صحیح ہونا یقینی نہیں ہے، کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ الٹرا ساؤنڈ رپورٹ کچھ اور بتا رہی ہوتی ہے لیکن بچے کی پیدائش کے

بعد اس میں وہ مسئلہ ہوتا ہی نہیں جو الٹرا ساؤنڈ رپورٹ میں بتایا جا رہا ہوتا ہے۔ اور بالفرض! اگر یہ رپورٹ درست مان بھی لی جائے تو بھی وضع حمل (Delivery) کا ابھی بقیہ جتنا عرصہ باقی ہے اس دوران امکان ہے کہ بچے کو لاحق یہ نقص صحیح ہو جائے۔ بالفرض! اس عرصے میں بھی اگر یہ مسئلہ حل نہ ہو تو بھی حمل ضائع کروانے کی اجازت نہیں ہوگی، کہ بیشتر صورتوں میں بچے کی پیدائش کے بعد بھی اس نقص **"اومفالوسیل" (Omphalocele)** کا بذریعہ سرجری (Surgery) علاج ممکن ہوتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: "إن أحد كم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يبعث الله ملكا فيؤمر بأربع كلمات ويقال له اكتب عمله ورزقه وأجله وشقي أو سعيد ثم ينفخ فيه الروح" بے شک تم میں سے ہر ایک کا مادہ خلقت اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رکھا جاتا ہے، پھر اسی کی مثل (یعنی چالیس دن میں) علقہ (جما ہوا خون) بن جاتا ہے، پھر اسی کی مثل (یعنی چالیس دن میں) گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ پاک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس (حمل) کا عمل، رزق، عمر، اور شقی یا سعید ہونا لکھ دے، پھر اس (حمل) میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (الصحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، جلد 01، صفحہ 456، مطبوعہ کراچی)

درج بالا حدیث پاک کی شرح بیان کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایہ ناز شرح **"عمدۃ القاری"** میں ارشاد فرماتے ہیں: "وقت نفخ الروح عقيب الأربعين الثالثة حتى يكمل له أربعة أشهر" یعنی روح پھونکے جانے کا وقت تیسرے "چالیس دنوں" کے بعد ہے جب اس (حمل) کے چار مہینے مکمل ہو جائیں۔ (عمدۃ القاری، جلد 3، صفحہ 435، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

خاتم المحققین، علامہ ابنِ عابدین شامی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **"رد المحتار علی الدر المختار"** میں ارشاد فرماتے ہیں: "اتفق العلماء على أن نفخ الروح لا يكون إلا بعد أربعة أشهر أي عقبها كما صرح به جماعة" یعنی علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حمل میں روح چار مہینے کے بعد ہی پھونکی جاتی ہے، جیسا کہ ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، جلد 1، صفحہ 550، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: "چار مہینے میں بچہ بن جاتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 201، مطبوعہ لاہور)

صحیح مجبوری و ضرورت کے بغیر چار ماہ سے کم کا حمل گرانا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے: "واذا اسقطت الولد بالعلاج --- ان لم يستبن شئ من خلقه --- فلا اقلّ من ان يلحقها اثم ههنا اذا اسقطت بغير عذر، الّا لا تأثم اثم القتل" دوا کے ذریعے عورت کا حمل ساقط کروانا، اگرچہ بچے کے اعضاء نہ بنے ہوں (یعنی اس میں جان نہ پڑی ہو)، اس کا کم سے کم حکم یہ ہے کہ اگر کسی مجبوری کے بغیر حمل ساقط کروایا، تو عورت گنہگار ہوگی، البتہ اس صورت میں قتل والا گناہ نہیں ہوگا۔ (ملتقطاً) (فتاوی قاضی خان، جلد 3، صفحہ 312، مطبوعہ کراچی)

درمختار میں ہے: "ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملھا وجاز لعذر حیث لا یتصور" حمل ساقط کروانے کے لیے عورت کو دوائی پلانا مکروہ ہے اور مجبوری ہو، تو بچے کی شکل بننے (یعنی اس میں جان پڑنے) سے پہلے جائز ہے۔

درمختار کے الفاظ "جاز لعذر" کے تحت خاتم المحققین، علامہ ابنِ عابدین شامی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "کالمرضعۃ اذا ظھر لھا الحبل وانقطع لبنھا ولیس لابی الصبی مایستاجر بہ الظئر ویخاف ھلاک الولد، قالوا: یباح لھا ان تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغۃ او علقۃ ولم یخلق لہ عضو وقدروا تلک المدۃ بمائۃ وعشرین یوما وجاز لانہ لیس بآدمی و فیہ صیانۃ الآدمی، خانیۃ" جیسا کہ پہلے سے موجود بچے کو دودھ پلانے والی عورت کو حمل ٹھہر جائے اور اس کا دودھ خشک ہو جائے اور بچے کے باپ کے پاس اتنا مال نہ ہو، جس سے کسی دایہ (دودھ پلانے والی) کو تنخواہ پر رکھ سکے اور (پہلے والے) بچے کے فوت ہو جانے کا خوف ہو، تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس عورت کے لیے (اس مجبوری میں) حمل ساقط کروانا، جائز ہے، بشرطیکہ وہ گوشت کی بوٹی یا جما ہوا خون ہو اور اس کا کوئی عضو نہ بنا ہو اور فقہا نے اس کی مدت ایک سو بیس دن مقرر کی ہے، کیونکہ اس (مدت) سے پہلے تک وہ حمل آدمی نہیں اور ایسا کرنے میں پہلے سے موجود آدمی (زندہ بچے) کی جان بچانا پایا جا رہا ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر و الاِباحۃ، جلد 9، صفحہ 709، مطبوعہ کوئٹہ)

محقق مطلق، فقیہ النفس، امامِ اہلِ سنت، سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "جان پڑ جانے کے بعد اسقاطِ حمل حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے، اور جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے، تو حرج نہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 207، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ، مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اسقاطِ حمل کے لیے دوا استعمال کرنا یا دائی سے حمل ساقط کرانا منع ہے۔ بچہ کی صورت بنی ہو یا نہ بنی ہو، دونوں کا ایک حکم ہے۔ ہاں! اگر عذر ہو مثلاً: عورت کے شیر خوار (دودھ پیتا) بچہ ہے اور باپ کے پاس اِتنا نہیں کہ دایہ مقرر کرے یا دایہ دستیاب نہیں ہوتی اور حمل سے دودھ خشک ہو جائے گا اور بچہ کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے، تو اس مجبوری سے حمل ساقط کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے اعضا نہ بنے ہوں اور اس کی مدت ایک سو بیس دن ہے۔" (بہارِ شریعت، حصہ 16، صفحہ 507، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے: "چار مہینہ میں جان پڑ جاتی ہے اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا حرام ہے، اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے۔ اور جان پڑنے سے پہلے اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔" (فتاوی فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 552، مطبوعہ، لاہور)

فتاویٰ بحرالعلوم میں ہے: "بغیر کسی شدید قسم کی شرعی ضرورت (مثلاً عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہو) یا استقرار کی وجہ سے دودھ پینے والے بچہ کی جان کو اندیشہ ہو، اسقاطِ حمل ناجائز و گناہ ہے، بالخصوص اس صورت میں کہ بچے کے اعضاء بن چکے ہوں۔ ایسا مشورہ دینے والوں کو توبہ کرنا چاہیے۔" (فتاوی بحرالعلوم، جلد 2، صفحہ 608، مطبوعہ لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: FMD-4843

تاریخ اجراء: 27 شوال المکرم 1447ھ/16 اپریل 2026ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.fatwaqa.com

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net